مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً — درسِ حدیث — علٰی حبیبک خیرِ الخلق کلّھم

حضرت اقدس پیر و مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کا مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدس رحمہ اللہ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

## نیت کا معاملہ معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔ ''مظلومیت'' مہاجرین رضی اللہ عنہم کا بڑا اِعزاز ہے
## انبیاء علیہم السلام کی کسی چیز کی توہین پر کفر کا اَندیشہ ہوتا ہے

( درس نمبر 2 کیسٹ نمبر 68 سائیڈ A 1987 - 04 - 19 )

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

میں نے یہ پچھلی دفعہ عرض کیا تھا کہ جس طرح سے انسان کا ایک ''ظاہر'' ہے ایک ''باطن'' ہے اسی طرح سے (انسان کی باقی) تمام (دینی) چیزیں ہیں ''ظاہر'' یعنی اعمال ''باطن'' یعنی نیت، یہ بھی دو حصوں پر مشتمل ہوا، ان دونوں کو صحیح ہونا چاہیے اگر نیت صحیح نہیں ہے عمل صحیح ہے تو بھی وزن کم ہو جائے گا نیت صحیح ہے عمل غلط ہو گیا ہے تو بھی وزن کم ہو جائے گا اور نیت غلط ہے بالکل اور عمل صحیح ہے بالکل تو بالکل بے اعتبار ہو جائے گا جیسے منافقین نیت بالکل غلط اور نماز رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جس سے اشرف نماز نہ ہوئی نہ ہوگی باوجود اِس کے بیکار رہے۔ تو نیت کو معمولی سمجھنا یہ توجہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے علم نہ ہونے کی وجہ سے ہے اگر دیکھا جائے تو نیت پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔

علماءِ کرام نے اس حدیث شریف کو اِتنا پسند کیا کہ کتاب کی اِبتداء ہی اس حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتُ سے کرتے ہیں اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف لکھی ہے سفر اور حضر میں وہ لکھتے رہتے تھے

جیسے جیسے ذہن میں آتا تھا موقع ملتا تھا وہ لکھتے تھے بڑی پاکیزگی سے بڑی ہی اچھی طرح اتنی اچھی طرح لکھی اُنہوں نے اتنی اچھی نیت سے لکھی کہ وہ کہتے ہیں جَعَلْتُہٗ حُجَّۃً بَیْنِیْ وَبَیْنَ اللّٰہِ یہ کتاب میں نے اپنے اور اللہ کے درمیان ایک حجت بنائی ہے یعنی دلیل ہے یہ میرے عمل کی کہ میرا عمل اس طرح کیوں تھا تو اُس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیا تھا حدیث شریف میں یا یہ آیا ہے قرآنِ پاک میں، بخاری شریف میں تفسیر بھی لکھی کتاب التفسیر اُس کا ایک حصہ ہے تو اُن کے اخلاص کا بہت بڑا درجہ تھا تو خدا کے یہاں سے قبولیت بھی اُسی درجہ کی ہوگئی اور ساری دُنیا کے مسلمان بخاری شریف کو جانتے ہیں امام بخاری کو جانتے ہیں۔ اور جو صاحبِ مشکوۃ ہیں اُنہوں نے بھی یہی کیا ہے کہ اُسی طرز پر سب سے پہلے یہ روایت لائے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتُ اعمال کا اعتبار خدا کے نزدیک نیتوں سے ہے، نیت صحیح عمل صحیح، نیت خراب عمل کا اِعتبار نہیں۔

اس میں ایک بات یہ آرہی تھی کہ وَاِنَّمَا لِامْرِیئٍ مَّا نَوٰی انسان کو وہ ملے گا جو وہ نیت کرے فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ جس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لیے ہے اُس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کے لیے ہے۔

## ایک سوال کا جواب :

اس میں عربی کے اعتبار سے بلکہ ہر زبان کے لحاظ سے ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 'شرط' اور 'جزا' الگ الگ ہوتے ہیں شرط اور جزا کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایک جملہ بولتے ہیں کہ اگر تم میرے پاس آئے تو میں تمہارے پاس آوں گا تو یہ شرط اور جزا ہوگئی ''اگر تم میرے پاس آئے'' تو یہ شرط ہوگئی ''تو میں تمہارے پاس آوں گا'' یہ جزا ہوگئی اس کو شرط اور جزا کہتے ہیں گرائمر کے اعتبار سے نحو کے اعتبار سے تو شرط اور جزا کے جو جملے ہوتے ہیں الگ الگ ہوتے ہیں بعینہٖ ایک ہی نہیں ہوتے، اگر کوئی یہ کہے کہ اگر تم میرے پاس آئے تو اگر تم میرے پاس آئے تو یہ کوئی (بامعنٰی) جملہ نہیں بنا۔ حدیث شریف میں جو عبارت ہے وہ (بظاہر) اسی طرح کی ہے۔ حالانکہ کلام اللہ سب سے زیادہ اعجاز والا اور اُس کے بعد نمبر دو

جو اعجاز ہے حدیث شریف کا ہے باقی اور جتنے بھی جملے ہیں یا کلمات ہیں سب میں خامیاں نکلیں گی اور حدیث شریف میں جتنا غور کریں گے خوبیاں نکلیں گی اس لحاظ سے اعجاز ہے اس میں اور یہ اسلام کا اعجاز ہے اور اللہ کے ارادے کا اعجاز ہے اس لیے کہ کسی کا کلام اس طرح محفوظ نہیں رہا جیسے رسول اللہ ﷺ کا محفوظ رہا اور سند تک موجود ہے باقی کسی نبی کا ہے ہی نہیں موجود۔ تو اس طرح بیان کرنے کا مقصود اور حکمت یہ ہے کہ جو کچھ کرو گے بعینہٖ وہی ملے گا تو جس نے نیت یہ کی کہ ہجرت اللہ اور رسول کے لیے ہے تو جتنی اچھی نیت ہوگی بعینہٖ وہی جزا ملے گی جو اُس کی ہوتی ہے، وہاں آخرت میں بعینہٖ وہی پائے گا اور اگر خیال ہے اُس کا کہ یہاں کاروبار نہیں چلتا وہاں چلا جاؤں تو پھر یہ اللہ کے لیے نہیں بلکہ پھر اُس کی ہجرت اُسی کام کے لیے ہوگی، شادی کرنے کا خیال تھا کاروبار کا خیال تھا تو پھر جس کے لیے نیت کی ہے اُس نے، پھر وہی ہوگا بس وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِ امْرَأَةٍ یَّنْکِحُھَا یا تَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ ۔[1]

### مدینہ منورہ میں پہلا خطبہ :

تو قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک عورت تھیں صحابیہ رضی اللہ عنہا اُنہوں نے ہجرت کی تو اُن سے ایک صحابی نے کہا کہ میں شادی کرنی چاہتا ہوں تو اُنہوں نے کہا کہ میں تو مدینہ شریف جا کر رہوں گی اگر شادی کرنی ہے تو وہاں آجاؤ وہ وہاں چلے گئے ! تو رسولِ کریم علیہ الصلوٰة والتسلیم نے جب یہ انداز فرمایا تو پھر آپ نے فورًا ہی تنبیہً یہ خطبہ دیا ہے اور یہ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد اتفاق سے سب سے پہلا خطبہ ہے جو آپ نے دیا ہے نیتوں کی درستگی کا۔

### فتح مکہ کے بعد مکہ میں سکونت کی اجازت نہ ہونے کی حکمت :

اب سمجھ لیجیے کہ ہجرت تھی فرض تو اہلِ مکہ نے ہجرت کی تو جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو اُنہیں واپس آجانا چاہیے تھا لیکن نہیں اجازت ملی اُنہیں بلکہ حج کے بعد تین دن صرف رہ سکتے تھے پھر فورًا مدینہ

---

[1] مشکوة شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۱ ، بخاری شریف کتاب النکاح رقم الحدیث ۵۰۷۰

واپسی ضروری تھی اس لیے کہ آپ کو پتہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں تو ثواب بتایا گیا ہے ایک نماز کا ایک لاکھ کے برابر اور مدینہ طیبہ میں ہوتا ہے پچاس ہزار کے برابر ایسے ہی بیت المقدس میں بھی پچاس ہزار کے برابر تک گویا احادیث میں ملتا ہے کہ اتنا اتنا ثواب ہے لیکن جو لوگ ہجرت کر چکے تھے اُنہیں پھر بھی اجازت نہیں تھی مکہ مکرمہ واپس جانے کی کیوں ؟ جب ثواب ہے تو پھر کیوں اجازت نہیں ؟ ؟ اس لیے نہیں تھی اجازت کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے کر رکھا ہے کہ جو آدمی وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے ہیں جب وہ مدینہ طیبہ میں نماز پڑھیں گے مسجد نبوی میں تو اُن کو وہاں ( مکہ میں ) نماز پڑھنے کا ثواب بھی ملے گا خود بخود تو نفع تو اس میں زیادہ ہو گیا، پچاس ہزار یہاں اور اس کے اُوپر جو اَلاؤنس اُنہیں مِل رہا ہے وہ اس سے بھی دُگنا ہے وہ ایک لاکھ تو اَب اگر اس پچاس ہزار کو چھوڑ کر فقط ایک لاکھ پر رہتے ہیں تو وہ نقصان ہے تو اس لیے بالکل اجازت نہیں تھی بلکہ رسول اللہ ﷺ..........

''مظلومیت'' مہاجرین رضی اللہ عنہم کا اعزاز :

اور ایک خاص بات ہے ''مظلومیت'' کی کہ سچ مچ تو اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ مظلوم تھے تو اِن کو یہ حکم تھا اللہ تعالیٰ کو یہ پسند تھا کہ یہ اپنی مظلومیت کا اظہار خدا کے سامنے ہمیشہ ہی کرتے رہیں وہ اسی صورت میں تھا کہ جو گھر تھا ( مکہ میں ) وہاں لوٹ کر نہ جائیں کہ ہم تیرے لیے چھوڑ کر آئے تھے اور ایسا چھوڑا کہ بعد میں اُدھر کا ہم نے رُخ ہی نہیں کیا سوائے اس کے کہ عمرے کے لیے چلے جائیں یا حج کے لیے جائیں۔ تو اس مظلومیت پر جو عنایت خدا کی طرف سے ہوتی تھی وہ اتنی زیادہ تھی کہ وہ اگر مکہ مکرمہ واپس چلے جاتے تو اُس کا مقابلہ بالکل نہیں ہوسکتا تھا اُس کے مقابلے میں وہ بالکل ہیچ تھی ! کیوں ؟ یہ ہیچ اتنا بڑا جملہ اتنی بڑی فضیلت کے باوجود میں ''ہیچ'' کا لفظ کہہ رہا ہوں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے دُعا دی ہے کہ اَللّٰھُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِیْ ھِجْرَتَھُمْ خداوندِ کریم میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جو اُنہوں نے ہجرت کی ہے وہ تو قائم رکھ اور اُسے جاری رکھ یعنی وہ ہٹنے نہ پائے وَلَا تَرُدَّھُمْ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ اس طرح کا جملہ فرمایا ان کو اُلٹے پاؤں نہ لوٹا بلکہ ان کی ہجرت قائم رکھ۔

## مہاجر کی مکہ میں وفات کا دُکھ :

اب ایک صحابی ہیں مہاجر ہیں حضرت سعد اِبن خولہ رضی اللہ عنہ وہ آئے مکہ مکرمہ ٹھہرے، تین دن کی اجازت تھی اس سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے تھے پتہ نہیں دوستوں نے مجبور کیا یا رشتہ داروں نے مجبور کیا، کیا بات ہوئی جو وہ تین دن سے زیادہ ٹھہر گئے اور پھر بیمار ہوئے اور وفات ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ اُن پر ترس کھاتے ہوئے یوں فرمایا کرتے تھے لٰكِنَّ الْبَائِسُ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ۱؎ لیکن بیچارہ سعد اِبن خولہ.................تو غلطی ہوگئی اُن سے تین دن نہ ٹھہرتے یا بیمار ہوگئے ہوتے پھر چاہے مہینہ بھر ٹھہرتے کوئی حرج نہیں تھا مگر بلا وجہ کے اور بلا عذرِ شرعی کے اُن کے لیے جائز نہیں تھا تو ہجرت اتنی بڑی چیز تھی اور اس کا ثواب اتنا بڑا تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر تنبیہ کی اور نیت درست رکھنے کا حکم فرمایا کہ بالکل درست رکھو نیت۔

## انبیائے کرام سے منسوب کسی چیز کی تحقیر پر کفر کا اندیشہ ہوتا ہے :

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اِنہوں نے جو نیت کی شادی کی تو وہ بھی کوئی برا کام تو نہیں ہے بلکہ اِرشاد ہوا اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ ۲؎ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۳؎ او کما قال علیہ السلام یہ تو میری سنت ہے اور اگر کوئی آدمی نکاح سے چڑتا ہے حقیر سمجھتا ہے وہ میرا نہیں ہے، تو نکاح کو حقیر جاننا یہ غلط ہے چاہے نکاح نہ کرے بہت لوگ ہیں ایسے، نکاح نہ کرنا الگ بات ہے حقیر جاننا الگ بات ہے کیونکہ یہ فرمایا یہ میری سنت ہے جو چیز سنت ہے اُس کو پھر بنظرِ حقارت دیکھنا یا برا کہنا وہ جائز نہیں ہے منع ہے یہ ہمیں جاننا چاہیے بڑا ضروری ہے۔

یہ جو گدھا ہے یہ ایک ایسا جانور ہے کہ ہر آدمی اس کی مثال دیتا ہے اور بیوقوف کو کہتے ہیں یہ گدھا ہے اور یہی نہیں کہ یہاں کہتے ہیں بلکہ قرآنِ پاک میں بھی ہے ﴿كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾ تو بیوقوفی میں ضرب المثل ہے یہ، لیکن اس کے اُوپر کوئی سوار ہوا اور آپ اُس کا مذاق اُڑائیں سواری کا

---

۱؎ بخاری شریف کتاب مناقب الانصار رقم الحدیث ۳۹۳۶

۲؎ سُنن ابن ماجہ کتاب النکاح رقم الحدیث ۱۸۴۶ ۳؎ بخاری شریف کتاب النکاح رقم الحدیث ۵۰۶۳

وہ بالکل منع ہے کیونکہ سب انبیاءِ کرام اس کی سواری کرتے رہے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کی سواری کی ہے اور خرِ عیسٰی تو مشہور ہی ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا گدھا۔ اور گدھے مختلف ہوتے ہیں جیسے سندھ میں ہوتے ہیں وہ تو گھوڑے کی طرح بھاگتے ہیں لیکن یہ جانور اِس اعتبار سے اتنا خوش قسمت ہے کہ انبیائے کرام کی سواری رہا ہے، عقل کے اعتبار سے بیوقوف ہونا یہ قرآنِ پاک میں بھی آ گیا ہے اور ضرب المثل ہے انسانوں میں، اُس کو منع نہیں کیا گیا مگر سواری کا مذاق نہیں اُڑا سکتے تو لوگ تو بہت بے خوف ہوتے ہیں وہ داڑھی کا مذاق اُڑانا اور چیزوں کا مذاق اُڑانا جو چیزیں ثابت ہو جائیں کہ یہ سنت ہیں رسول اللہ ﷺ کی یا انبیائے کرام کی تو اُس کا اگر مذاق اُڑاتا ہے تو پھر کفر کا اندیشہ ہے اور ذرا سی بات ہوتی ہے اور اِیمان اور کفر کا سوال کھڑا ہو جاتا ہے تو انسان کو بڑی احتیاط رکھنی چاہیے جب معلوم ہو جائے کہ یہ چیز سنت ہے بس پھر اس کے بعد اُس کے بارے میں کوئی برا کلمہ نہیں کہہ سکتا۔

تو سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ فرمایا نکاح میری سنت ہے اب اُسے کوئی برا نہیں کہہ سکتا، ان صحابی نے اگر اِس (نکاح) کی نیت کر لی تو کون سی بری بات کی نیت کی ہے ؟ تو بری بات کی نیت نہیں ہے مگر مقصود رسول اللہ ﷺ کا یہ ہے کہ جو بہت افضل چیز ہے اُس کو چھوڑ کر ایک ایسی چیز میں لگ گئے جو بہت چھوٹی سی ہے۔

### بعض تاجروں کا رونا اور ناشکری :

یہ تاجر طبقہ جو ہے میں نے سنا ہے کئی دفعہ اچھے خاصے لوگوں سے سنا ہے کہ پندرہ لاکھ کا نقصان ہو گیا دس لاکھ کا نقصان ہو گیا بیس کا لیکن دیکھنے میں پھر بھی وہ ٹھیک ٹھاک ! تو معلوم یہ ہوا کہ نفع جتنا اُنہوں نے سوچا تھا کہ اس سال مجھے پچاس لاکھ کا نفع ہوگا اور پچاس لاکھ کا نہیں ہوا پینتیس لاکھ کا ہوا ہے اس لیے وہ رو رہا ہے کہ میرا پندرہ لاکھ کا نقصان ہو گیا بالکل اسی طرح سے یہ بھی ہے کہ نقصان جو ہوا اُن کا وہ نفع کا نقصان ہو گیا، کسی کو اگر لاکھوں ملنے والے ہوں اور اُسے ایک آنا ملے پانچ کا سکہ ملے تو کتنا بڑا نقصان ہے اسے ؟ مِلا تو ہے اس میں شک نہیں ہے فائدہ ہوا ہے حاصل ہی کچھ ہوا ہے

لیکن نقصان کتنا بڑا رہ گیا نفع میں کتنی کمی آگئی جیسے کہ نہ ہونے کے برابر ! تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اگر کسی جائز کام کی بھی نیت کر کے آرہا ہو تو بھی وہ وہ بات حاصل نہیں کرسکتا جو خدا اور رسول کے لیے ترکِ وطن کرنے میں حاصل ہوتی ہے۔

آقائے نامدار ﷺ نے اس حدیث شریف میں نیت پر زور دیا ہے اور میں نے عرض کیا جیسے ظاہر اور باطن دو چیزیں ہیں انسان کے ساتھ لگی ہوئی اُسی طرح سے یہ (انسان کے) اعمال میں بھی ہے ظاہر اور باطن ان دونوں میں تطابق ہونا ضروری ہے دونوں کا صحیح ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں یہ بھی نہیں ہے کہ آپ کسی طرح سے ظاہرًا (اچھائی) کرتے رہیں اور باطنًا خراب نیت ہو اور پھر بچ جائیں خدا کی نظر سے یہ تو نہیں ہوگا، خدا کے یہاں تو پتہ چلتا ہے، اُس کا فرق اجر پر بھی پڑے گا تمام چیزوں پر پڑتا ہے اُس کا اثر۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے نوازے اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین ۔ اِختتامی دُعا............

۞ ۞ ۞

## قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)